مسائل رہن

علامہ جی اے حق محمد

شرائط رہن

رہن کے جواز کے لئے مسلمان فقہاء نے کچھ شرائط عائد کی ہیں جو مسلک حنفی کی کتاب الھدایہ کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں ۔

"مال مرہون تقسیم شدہ ہو ، مال مرہون راہن کے ہر تعلق سے فارغ ہو اور مال مرہون کسی ایسی چیز کے ساتھ بنیادی طور پر جڑا ہوا نہ ہو جو رہن میں شامل نہیں ۔"

تقسیم شدہ کی مثال یہ ہے کہ" اگر مال دو افراد کے درمیان مشترک ہو اور راہن اپنا حصہ رہن رکھنا چاہے تو ضروری ہے کہ مال کو تقسیم کرے اور اپنا حصہ وصول کرنے کے بعد راہن اس کو رہن کے طور پر دے ۔

راہن کے ہر تعلق سے فارغ ہونے کی مثال یہ ہے کہ" راہن نے اپنا مکان رہن میں دیا مگر اس مکان میں راہن کا سامان بھرا ہوا ہے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ مکان سے پوری طرح لاتعلق ہوجائے اور اپنا سامان وہاں سے نکال لے ۔

الھدایہ میں بیان کردہ تیسری شرط کی مثال اسی کتاب الھدایہ میں یہ لکھی ہے کہ" اگر راہن نے اپنے باغ کے پھل درختوں سے علاوہ رہن میں دیئے تو یہ جائز نہ ہوگا البتہ پھلوں کو درختوں سے جدا کرکے رہن میں دے سکتا ہے ۔"(۳۸)

حنفی مسلک کی کتاب "فتاوی عالمگیری" میں لکھا ہے کہ" مال مرہون کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قابل بیع و شرا ہو یعنی عقد رہن کے وقت موجود ہو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ جو پھل میرے باغ میں پیدا ہوگا میں اس کو رہن رکھتا ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس مال کی قیمت ہو یعنی کسی وجہ سے اس کی مالیت زائل نہ ہوچکی ہو جس طرح مُردار اور حرام اشیاء ہیں ۔ حرم کے اندر سے شکار کی ہوئی چیز یا حالت حرام میں شکار کی ہوئی چیز بھی مالیت سے خالی سمجھی جاتی ہے اس طرح آزاد انسان کا رہن بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں مالیت نہیں ہوتی۔

اگر کوئی ذمی شراب یا خنزیر کسی مسلمان کے پاس رہن رکھے تو مسلمان قبضہ میں لینے کے بعد اس کا ضامن ہوگا مگر مسلمان شراب یا خنزیر یا کوئی بھی حرام چیز کسی ذمی کو بطور رہن نہیں دے سکتا اگر ایسا کیا گیا تو ذمی ایسے مال کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ چیزیں مسلمان کے حق میں مال مطلق نہیں اور ذمیوں کے حق میں مال مطلق ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر ذمی لوگ آپس میں ان اشیاء کا لین دین کریں تو اس کی قانونی حیثیت تسلیم کر لی جائے گی۔"

ایک شرط یہ بھی ہے کہ" مال مرہون راہن کی ملکیت ہو یا اس کو اس مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہو اس طرح کسی نابالغ کا مال اس کا باپ یا وصی رہن رکھ سکتا ہے"۔ یہ بھی ضروری ہے کہ" مال مرہون واضح طور پر معلوم ہو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کون سا مال رہن رکھا جا رہا ہے رہن جائز نہ ہوگا"(۲۹)

(ملاحظہ فرمائیں: الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۵: ۲۰۲ اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ۲: ۳۲۴)

اس ضمن میں فقہ حنفی کی کتاب "المبسوط" میں یوں وضاحت کی گئی ہے کہ "مال مرہون کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ مال اطاعت کے لئے نہ بنایا گیا ہو اور صرف دنیاوی مفاد کے لئے بنایا گیا ہو بلکہ اس کا قیمتی یعنی قابل بیع وشرا ہونا کافی ہے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ رہن میں دی تھی اور اس کے بدلے میں ایک یہودی سے اناج لیا تھا تا آنکہ آپؐ کا وصال ہو گیا اور آپؐ کی زرہ یہودی کے پاس رہن پڑی ہوئی تھی، زرہ جہاد کے لئے تیار کی جاتی تھی اور جہاد محض اللہ کی اطاعت کے لئے کیا جاتا ہے یعنی زرہ صرف اطاعت کے کام کے لئے بنائی جاتی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رہن میں دے دیا تو اس جیسی اور چیزوں یعنی اطاعت کے لئے بنائی ہوئی چیزوں مثلاً قرآن مجید کو بھی رہن رکھا جا سکتا ہے اس لئے کہ اس میں مالیت ہوتی ہے اس کی قیمت ہوتی ہے اور وہ بازار میں بیچا خریدا جاتا ہے"(۳۰)

حنفی مسلک کی کتاب "بدائع الصنائع" میں شرائط کے ضمن میں لکھا گیا ہے کہ "جواز رہن

کے سے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال مرہون عقد رہن کرنے والے کی اپنی ملکیت ہو یہی وجہ ہے کہ باپ چھوٹے بچے کا یا وصی اپنے موصیٰ لہٗ کا مال اپنے اوپر واجب الادا قرضے کے عوض رہن میں دے سکتا ہے۔ عاریتہً یا بطور قرض لیا ہوا مال بھی رہن رکھا جا سکتا ہے"۔

اگرچہ کسی دوسرے کا مال رہن میں دیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ "اصل مالک کی اجازت شامل ہو اور اگر اصل مالک کوئی شرائط عائد کرے تو ان شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا مثلاً اصل مالک کہے کہ یہ مال اتنی مقدار کے عوض رہن رکھا جائے یا فلاں شخص کے پاس رہن رکھا جائے تو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ یہ بات جائز نہ ہوگی کہ اصل مالک اپنا مال دس روپے کے عوض رہن رکھنے کی اجازت دے اور راہن دس روپے سے کم یا زائد رقم کے عوض رہن میں دیدے کیونکہ مال مرہون کسی حقدار کے مقابلے میں زیر ضمانت ہوتا ہے اور مالک کی اس میں کوئی غرض وابستہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی طرف سے قید لگانا اس کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس طرح اگر مالک نے کسی جنس کی قید لگائی اور راہن نے اس کے خلاف کسی اور جنس کے عوض وہ مال رہن میں دے دیا تو یہ رہن جائز نہ ہوگا کیونکہ بعض اجناس کی نسبت دوسری بعض اجناس کا قرض چکانا آسان ہوتا ہے اس لئے جنس کی شرط لگانا مالک کے مفاد میں ہوتا ہے۔ اس طرح اگر مالک نے شرط عائد کی کہ یہ مال فلاں شہر میں رہن رکھا جائے تو وہ کسی دوسرے شہر میں رہن نہیں رکھا جا سکے گا اس لئے کہ مقامات کا اختلاف معاملات میں آسانی یا مشکل پیدا کرنے میں اثر رکھتا ہے۔ اس طرح کسی خاص شخص کے پاس مال رہن رکھنے کی شرط بھی مالک کے مفاد میں ہے کیونکہ معاملات نمٹانے اور سلوک روا رکھنے میں لوگوں کے مزاج مختلف ہوتے ہیں"۔[۱۴]

(نیز ملاحظہ فرمائیں: الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۔۵: ۱۸۴، ۱۸۵؛
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ - ۲: ۳۲۶۔)

وقت کی شرط

شرائط کے ضمن میں عام طور پر کوئی حد بندی نہیں ہے یعنی کوئی بھی شخص کسی طرح کی شرط عائد کرسکتا ہے اس لئے حنفی مسلک کی کتاب "الھدایہ" میں کچھ شرائط کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہے ۔

• اگر راہن نے رہن کے لئے شرط رکھی کہ اگر زید آیا تو میں نے یہ مکان تجھے رہن میں دے دیا۔ یا کسی وقت کا پابند کر دیا مثلاً کہا کہ جب چاند نکلے گا تو یہ مکان تیرے پاس رہن ہو گا ایسی شرائط صحیح نہیں ہیں ۔

اگر یہ شرط عائد کی جائے کہ فلاں وقتِ معیّن تک اپنا رہن چھڑالیں ورنہ تو مال مرہون مرتہن کی ملکیت ہو جائے گا تو یہ شرط باطل ہو گی عہد جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا مگر اسلام نے اس سے منع کر دیا (۲۶)

بیع کے ساتھ رہن کی شرط

حنفی مسلک کی کتاب "الھدایہ" ہی میں ایک اور طرح کی شرط کا ذکر کیا گیا ہے کہ "اگر کسی نے کوئی چیز (غلام) اس شرط پر بیچی کہ مشتری اس کے بدلے میں کوئی معین چیز رہن میں دے گا تو یہ عقد از روئے استحسان جائز ہو گا لیکن از روئے قیاس جائز نہ ہو گا کیونکہ یہ صفقہ در صفقہ (ایک معاملے کی تکمیل سے قبل دوسرا معاملہ اس میں شامل کرنا) ہے (یعنی بیع کا معاملہ ابھی پورا نہیں ہوا کہ رہن کا معاملہ اس میں ملا دیا) ۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ خود عقد اس شرط کا تقاضا نہیں کرتا ۔ اس میں ایک فریق کو مفاد حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے ۔

استحساناً اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد بیع کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ کفالہ اور رہن مضبوطی اور اعتماد کے لئے ہوتے ہیں جو وجوب ثمن کے لئے مناسب بات ہے ۔

اس صورت میں اگر رہن پر کفیل رکھا گیا تو عقد کی مجلس میں کفیل کے موجود ہونے اور

مال مرہون کے متعین ہونے کی حالت میں یہ بات معتبر ہوگی کہ یہ شرط وجوب ثمن کیلئے مناسب ہے اور یوں عقد صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر نہ تو مال مرہون معیّن ہوا اور نہ ہی کفیل کا تعین کیا جائے یا کفیل معیّن تو ہو مگر مجلس عقد میں موجود نہ ہو حتیٰ کہ مجلس برخاست ہو جائے تو اس صورت میں نہ تو کفالہ کا مفہوم باقی رہا اور نہ ہی عدم تعین کی وجہ سے رہن منعقد ہوا بلکہ صرف شرط ہی شرط باقی رہ گئی اور چونکہ شرط بذاتِ خود مفسد ہے اس لئے یہ عقد بھی فاسد ہوگا۔

اگر کفیل آغاز میں تو مجلس سے غیر حاضر تھا مگر مجلس برخواست ہونے سے پہلے آگیا تو عقد صحیح ہو جائے گا۔

یہ عقد اس طرح کا ہے کہ اگر اس میں مشتری مال مرہون حوالے کرنے سے انکار کر دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ اس کو مجبور کیا جائے گا۔ اس لئے کہ عقد بیع میں جب رہن کی شرط رکھی گئی تو یہ بھی حقوق بیع میں سے ایک حق ہو گیا اور رہن میں وکالت کی شرط کی طرح یہ بھی بیع کے لازم ہونے کے ساتھ لازم ہو جائے گی۔ ہمارا (یعنی امام زفرؒ کے علاوہ دیگر احناف کا) کہنا یہ ہے کہ رہن درحقیقت محض نیکی اور اپنی خوشی کا عقد ہے اور اس جیسے معاہدات میں جبر نہیں کیا جاتا البتہ بائع کو اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اگر چاہے تو رہن کو چھوڑ دے اور اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔ رہن ایک رغبت والا وصف ہے اس کے نہ ملنے پر بائع کو اختیار حاصل ہوگا۔ ہاں اگر مشتری نقد قیمت ادا کر دے تو اصل مقصد حاصل ہو جانے کی وجہ سے بائع کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہ ہوگا یا مشتری بیع کی قیمت بطور رہن دیدے تو بھی قیمت وصول ہو جانے کی وجہ سے بائع کو اختیار نہ ملے گا۔"[۴۷]

(نیز ملاحظہ فرمائیں : الفقہ الاسلامی وادلتہ - ۴ : ۴۷۷ ، ۴۷۸)

ثالث عادل کی شرط

شرائط کے ضمن میں حنفی مسلک کی کتاب الہدایہ میں ایک اور شرط کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ "اگر باہمی رضامندی سے یہ شرط طے کی گئی کہ مال مرہون کا قبضہ کسی ثالث

عادل کو دیا جائے گا تو یہ شرط جائز ہو گی ۔ راہن کی طرف سے ایسے ثالث کو قبضہ دینا اور اس کا مرتہن کی طرف سے قبضہ لینا جائز ہو گا مگر اس صورت میں وہ ثالث عادل مال مرہون کا امین ہو گا ضامن نہ ہو گا اور مال مرہون کی ضمانت مرتہن پر عائد ہو گی ۔

اگر راہن کسی ثالث عادل کو مال مرہون فروخت کر کے مرتہن کا حق ادا کرنے پر مامور کرے تو ثالث کو اختیار ہو گا خواہ وہ مال مرہون کو نقد پر فروخت کرے یا ادھار پر۔(۲۸)

(نیز ملاحظہ فرمائیں الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵ : ۲۲۰

رہن کا حکم اور ضمانت

حنفی مسلک کی کتاب "الھدایہ" میں رہن کا حکم بیان کرتے ہوئے احادیث کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے ان میں پہلی حدیث یہ ہے "(لا یغلق الرھن قالھا ثلاثا لصاحبہ غنمہ وعلیہ غرمہ) مال مرہون مرتہن کے استحقاق و ملکیت میں نہیں جاتا۔ یہ بات آپؐ نے تین مرتبہ فرمائی ۔ راہن اس کے منافع کا مستحق ہوتا ہے اور اسی پر اس کا تاوان عائد ہوتا ہے ۔ یعنی مال مرہون سے جو کچھ حاصل ہو گا وہ راہن کو ملے گا مثلاً درخت سے پھل ملے یا مکان کا کرایہ ہو تو راہن ہی اُن کا مستحق ہو گا اور اس مال پر جو تاوان اور نقصان عائد ہو راہن ہی اس کی ادائیگی کرے گا۔

احناف کے نزدیک اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ مالِ مرہون قرض کے مقابلے میں بطور ضمانت نہیں ہوتا ۔ یہ حدیث ابن حبان نے صحیح میں روایت کی ہے ۔ دارقطنی نے اس کی اسناد کو حسن متصل قرار دیا ہے ۔ ابو داؤد نے اس کو مراسیل میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا آخری جملہ (لصاحبہ غنمہ وعلیہ غرمہ) امام زہری کا قول ہے ۔ امام ابوداؤد اور عبدالرزاق نے اس کو سعید بن مسیب سے بطور مرسل حدیث میں روایت کیا ہے ۔ بالجملہ یہ حدیث صحت ہے مگر امام شافعیؒ نے اس کی جو تاویل کی ہے کہ مرہون قرضے کے عوض بطور ضمانت نہیں ہوتا ۔ امام طحاوی کے قول کے مطابق تمام اہلِ علم نے اس کو ماننے سے انکار کیا ہے ۔

اس بارے میں جمہور علماء کی تاویل یہ ہے کہ اس فرمان سے عہدِ جاہلیت کا دستوری قانون کالعدم قرار دیا گیا ہے ۔ وہ قانون یہ تھا کہ جب راہن کسی وقتِ محدود تک فکِ رہن سے عاجز رہتا تو مرتہن اس کا مالک و مستحق ہو جاتا تھا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قانون مسترد کر دیا۔ اسلامی قانون میں مرتہن کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ فکِ رہن کے لئے وقت مقرر کردے اور اس وقت کے گذرنے کے بعد مال مرہون کا مالک بن بیٹھے بلکہ مالِ مرہون کی ملکیت بحق راہن برقرار رہے گی ۔

امام زہری نے جو جملہ ساتھ لگایا ہے (لصاحبہ غنمہٗ وعلیہ غرمہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مال مرہون کو فروخت کیا گیا تو جس قدر مرتہن کا حق ہوگا وہ وصول کرے گا اور بقیہ زرِ قیمت راہن کو دیا جائے گا ۔ اور اگر مال مرہون کی قیمت حقِ مرتہن سے کم ہو جائے تو راہن وہ کمی پوری کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔[۵۲]

مسلکِ حنفی کی اسی کتاب "الھدایہ" میں جو دوسری حدیث بیان کی گئی ہے "مرتہن کے پاس گھوڑا ہلاک ہو جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا تیرا حق جاتا رہا) یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے بطور مرسل حدیث روایت کی ہے ۔اس کی اسناد میں مصعب بن ثابت ہے جو بہت حدیثیں بیان کرنے والوں میں اور سچ بولنے والوں میں سے ہے مگر اس سے بہت دفعہ غلطی سرزد ہو جاتی ہے ۔ ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے مگر اس کو ثقہ قرار دیا ہے اب اگر یہی حدیث کا معنی کہیں اور سے بھی ثابت ہو جائے تو غلطی کا احتمال باقی نہ رہے گا اور اس کا معنی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے (اذا عمی الرھن فھو بما فیہ) جب رہن مشتبہ ہو گیا تو وہ عوض رہن کے بدلے میں گیا۔ ائمہ تابعین نے اس کا معنی یہ کیا ہے کہ جب مال مرہون تلف ہونے کے بعد اس کی قیمت مشتبہ ہو جائے تو وہ عوض رہن کے مقابلے میں تلف شدہ قرار دی جائے گی ۔

یہ حدیث ابو داؤد نے مراسیل میں عطاء سے روایت کی ہے ۔ابن قطان نے اس کو مرسل صحیح قرار دیا ہے ۔ اور طاؤس نے بھی اس کو مرسل روایت کیا ہے ۔ابو داؤد نے

ابوالزناد سے یہ بات نقل کی ہے کہ کچھ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں شک کرتے ہیں کہ (الرھن بمافیہ)۔ احناف میں سے ثقہ حضرات نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب مال مرہون تلف ہو جائے اور اس کی قیمت متعین نہ ہو یعنی قیمت دریافت نہ ہو سکے۔

صحابہ اور تابعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ مال مرہون ضمانت میں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ ضمانت کی کیفیت میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔ چونکہ مال مرہون کے مضمون (بطور ضمانت) ہونے میں اجماع ہے اس لئے اس مال مرہون کو امانت قرار دینا اس اجماع کے منافی ہے۔ اور اجماع کو توڑا نہیں جا سکتا اس لئے یہ قول خود ہی ساقط ہو جائے گا۔ عینی نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت علیؓ نے مال مرہون کو قیمت کے بدلے مضمون (بطور ضمانت) قرار دیا ہے۔ ابن عمر اور ابن مسعود کا کہنا ہے کہ قیمت اور قرضے میں سے جو کم ہو گا مال مرہون اس کے بدلے مضمون ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ قرضے کے عوض مضمون ہے اور شریح کا قول بھی یہی ہے کہ قرضہ تھوڑا ہو یا زیادہ مال مرہون اس کے عوض مضمون ہوتا ہے۔(۵۳)

"ابو عبید قاسم بن سلام نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ اگر راہن عقد رہن کے وقت مرتہن سے کہے کہ اگر میں تیرا حق ادا کر دوں تو ٹھیک ورنہ مال مرہون اس کے بدلے میں تیری ملکیت ہو گا تو اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ امام نخعی نے فرمایا (الرھن لا یغلق) یعنی رہن کبھی قرض خواہ کی ملکیت قرار نہیں پاتا۔ ابن جوزی نے بواسطہ دار قطنی امام نخعی سے روایت کیا ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ رہن کرتے ہوئے کسی وقت کا تعین کر دیتے تھے کہ اگر اس وقت تک مرتہن کا حق ادا کر دیا تو ٹھیک ورنہ مال مرہون مرتہن کی ملکیت قرار پائے گا تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناجائز قرار دے دیا۔(۵۴)

مسلک حنفی کی کتاب فتاوی عالمگیری میں بیان کیا گیا ہے کہ "مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوتا ہے اور ادائے حق کے بعد اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مال مرہون راہن کو

واپس کر دے ساتھ ہی مرتہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے حق کے وصول ہونے تک مال مرہون کو اپنے پاس روک رکھے۔

اگر راہن ادائے حق سے قبل مرجائے تو مرتہن اپنے حق کی مناسبت سے مال مرہون کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر راہن کے دوسرے قرض خواہ بھی موجود ہوں تو مال مرہون کی حد تک ادائے حق میں مرتہن کو اولیت حاصل ہوتی ہے یعنی سب سے پہلے اس مال میں مرتہن کا حق ادا کیا جائے گا۔

اگر راہن نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا زمین رہن کیا یعنی ان چیزوں کو مطلق بیان کیا اور کوئی تخصیص نہیں کی تو گھر کی عمارت اور زمین کے درخت اور پھل سب کچھ رہن کے حکم میں شامل ہو جائے گا(۵۵)

حنفی مسلک کی کتاب "المبسوط" میں ہے :

مرتہن اس مال کا بھی ضامن ہوگا جو اس نے رہن فاسد کی وجہ سے اپنے قبضے میں لیا ہے۔ اس طرح اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی سے "خمر" شراب یا ایسا جوس جو بعد میں خمر کی شکل اختیار کر گیا بطور رہن اپنے قبضے میں لیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس صورت میں اگرچہ رہن فاسد تھا مگر مرتہن اس کا ضامن ہوگا۔

امام سرخسیؒ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے قول کو بنیاد بنا کر لکھا ہے کہ مال مرہون اور حق رہن میں سے قیمت میں جو کم ہوگا مال مرہون اس کے مقابلے میں زیر ضمانت قرار دیا جائے گا اور اگر مال مرہون کی قیمت زیادہ ہوئی تو اس زائد کے لئے مرتہن کو امین ٹھہرایا جائے گا۔ محمد بن الحنفیہ نے حضرت علیؓ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ مرتہن زائد مال میں امین ہوتا ہے۔ امام شریحؒ کا قول یہ ہے کہ مال مرہون اصل حق مرتہن سے قیمت میں کم ہو یا زائد ہر صورت میں وہ زیر ضمانت ہوگا(۵۶)

(نیز ملاحظہ فرمائیں۔ ضوء النھار۔ ۳ : ۱۶۲۶)

قرآن کریم کی حفظ و ناظرہ تعلیم کا
عظیم الشان مرکز

جامعہ باب القرآن

عیسیٰ نگری، نزد قبرستان
سرشاہ سلیمان روڈ، حسن اسکوائر، کراچی

ہمارا نصب العین
- خدمت قرآن کریم
- فروغ تعلیم قرآن

آپ کی توجہ کے طلبگار
اراکین جامعہ باب القرآن
فون: ۴۹۴۹۳۵۸